حضرت علامہ شمس الحق صاحب افغانی مدظلہٗ
صدر شعبۂ تفسیر جامعہ اسلامیہ۔ بہاول پور

سائنس اور اسلام

سائنس فلسفہ اور مذہب کا دائرہ کار

سائنس فلسفہ اور مذہب قدرت کی مادی کائنات میں جو قواعد و ضوابط کارفرما ہیں، جدید دور میں انکی دریافت کا نام سائنس ہے۔ سائنس لاطینی لفظ ہے جسکا معنی ہے جاننا یعنی علم اور جو قوانین مادہ سے ماورا الوراء سے متعلق ہیں ان کا نام فلسفہ ہے۔ قدیم یونانی فلاسفہ اول کو حکمت طبعی یا طبعیات سے تعبیر کرتے تھے۔ اور دوم کو حکمت الٰہیات یا حکمت اعلٰی کے نام سے نامزد کرتے تھے اور ان دونوں اور ان کے علاوہ ریاضی کے تمام اقسام اور اخلاقی، منزلی، اور سیاسی مدنی قوانین سب کو فلسفہ کے نام سے موسوم کرتے تھے۔

دورِ جدید میں سائنس کے ذرائع علم عصر حاضر میں محسوسات میں فیصلہ کن قوت تجربہ اور استقراء ہے تجربہ اور استقراء اگر تام اور وسیع ہو تو اس کا فیصلہ صحیح ہوتا ہے۔ اور اگر ناقص ہو تو فیصلہ میں غلطی کا امکان ہے۔ مثلاً ۱۔ قدیم تجربات، فلاسفہ یونان اور حکماء یورپ کے یہ تھے، کہ زمین ساکن ہے اور جدید تجربات نے یہ ثابت کر دیا کہ زمین گردش کرتی ہے۔ جس سے پہلے تجربات غلط ثابت ہوئے۔ اس سے معلوم ہوا کہ سابق تجربات ناقص تھے۔ اس کے علاوہ کبھی موجودہ تجربہ کے خلاف مستقبل میں نیا تجربہ ظہور میں آجاتا ہے جس سے پہلے تجربہ کا حکم باطل ہو جاتا ہے۔ مثلاً ۲۔ کسی وقت یہ تجربہ تھا کہ تصاویر سینما غیر متحرک ہیں، لیکن اس کے بعد سینما میں تصاویر کے متحرک ہونیکا نیا تجربہ مشاہدے میں آیا جس سے پہلے تجربہ کا حکم غلط ثابت ہوا، اسی طرح پہلے وقت میں سینما کی تصاویر متحرک تھیں مگر ناطق نہ تھیں یعنی بولتی نہیں تھیں۔ اس وقت تجربہ تھا کہ تصاویر سینما اگرچہ متحرک ہیں، لیکن ناطق اور بولنے والی نہیں، لیکن اس کے بعد کے تجربہ نے ان تصاویر کا ناطق

ہونا بھی ثابت کیا جس سے پہلا حکم باقی نہیں رہا۔ پھر مادی سائنس کے فیصلے جس احساس پر مبنی معلوم ہوتے ہیں، اور ان کو قطعی اور غیر مشکوک سمجھا جاتا ہے، وہ سو فیصدی حسی نہیں۔ محسوسات اگرچہ خارج میں موجود ہیں، لیکن ہمارے اندر وہ موجود نہیں، بلکہ ہمارے اندر صرف شعوری کیفیات موجود ہیں۔ اور شعور نہ جسم ہے نہ محسوس اور نہ محسوس کر اس سے اتصال ہے، کیونکہ اتصال دو جسموں میں پایا جاتا ہے۔ غیر جسم اور جسم میں نہیں پایا جاتا۔ مزید برآں محسوس پر حکم لگانا صرف حس کا فیصلہ نہیں بلکہ عقل و فکر کو بھی اس میں دخل ہے۔ مثلاً ہم نے آنکھ سے آم کے دانہ کو دیکھا جس کی وجہ سے شعاع بصری اور ہوا کے ٹکراؤ نے دماغی اعصاب کے ذریعہ ہم میں آم کی ایک شعوری کیفیت پیدا کر دی۔ اس سے قبل ہماری عقل میں دانۂ آم کا ایک کلی نقشہ موجود تھا۔ ہماری عقل نے اس کلی نقشہ کو محسوس آم کی کیفیت شعوری پر منطبق کیا، اور اس انطباق کے تحت یہ حکم لگایا، کہ یہ آم ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہوا کہ محسوسات کے متعلق جسقدر فیصلے صادر ہوتے ہیں ان میں بھی عقل کو دخل ہے۔ عقل اگر صاف ہو تو ایک حد تک یہ فیصلے صحیح ہوتے ہیں۔ لیکن اگر عقل میں تعصب اور وہم کی آمیزش ہو تو حقیقت مبہم ہو جاتی ہے اور فیصلے غلط ہو جاتے ہیں جس کی عمدہ مثال مغربی مستشرقین کی تصنیفات ہیں جن میں وہ اسلام قرآن اور صاحب قرآن کو عقل اور بصیرت کی اس عینک سے دیکھتے ہیں، جس پر صلیبی جنگوں کا متعصبانہ غلاف چڑھا ہوا ہے۔ اس عینک کے تحت ان کو اسلام قرآن اور صاحب قرآن سے متعلق تمام روشن حقائق سیاہ نظر آتے ہیں۔ ایسی صورت میں عقل صحیح فیصلہ نہیں کر سکتی۔

فلسفہ | غیر مادی کائنات جو حواس کے تجربہ سے خارج ہے۔ مثلاً خالق کائنات صفات باری اور مابعد الموت کے انسانی احوال ان کے متعلق صرف عقل و دماغ سے کوئی ضابطہ یا قانون بنانا۔ اسی طرح لطیف اشیاء عقائد اعمال و اخلاق کے حسن و قبح کے متعلق عقل و فکر کے ذریعہ کوئی فیصلہ کرنا یہ سب فلسفہ کہلاتا ہے۔ مذکورہ امور میں عقل محض کے فیصلے حرف آخر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں اکثر تصادم بلکہ تناقض پیدا ہوتا ہے۔ فلسفہ مشائی فلسفہ اشراقی اور فلسفہ یورپ کے فیصلوں اور قوانین میں باہم تناقض ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ عقلی معلومات کا مآخذ درحقیقت حسی معلومات ہیں۔ اور مذکورہ امور ماوراء الحس سے متعلق ہیں۔ اس لئے عقل جب ان کے متعلق کوئی قانون بنائے گی، تو محسوساتی رنگ میں بنائیگی اور نامحسوس کو محسوس پر قیاس کرے گی۔ اس لئے ایسے فیصلے میں ضرور غلطی واقع ہوگی۔ مثلاً یہ فیصلہ کہ مادہ کائنات

ازلی ہے کیونکہ اگر وہ ازلی نہ ہو تو وہ عدم محض اور خالص نیستی سے وجود میں آیا ہوگا۔ اور عدم سے کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔ کیونکہ پوری کائنات جوہری ذرات (مادہ) سے پیدا ہوتی ہے۔ اور جہان محسوسات میں کوئی ایسی مثال نہیں کہ کوئی چیز نیست سے ہست ہوئی ہو۔ برتن مٹی سے، میز لکڑی سے، تلوار لوہے سے، عمارت چونے اینٹ سیمنٹ گارڈر لکڑی وغیرہ سے تیار ہوتی ہیں۔ مگر مادہ اگر پیدا شدہ ہو تو اس سے قبل جب کوئی مادہ تھا ہی نہیں، تو وہ خالص عدم سے کس طرح وجود میں آیا۔ آپ نے دیکھ لیا کہ فلسفہ کا یہ فیصلہ جو عقلی کہلاتا ہے۔ درحقیقت محسوسات سے ماخوذ ہے، یعنی خدا کے غیر محسوس کے فعل وعمل کو انسان محسوس کے فعل وعمل پر قیاس کیا گیا کہ انسان چونکہ نیست سے ہست نہیں کر سکتا۔ لہذا خدا بھی ایسا نہیں کر سکتا کہ نیست سے کوئی چیز پیدا کر دے۔ گویا خالق کو مخلوق پر قیاس کیا گیا۔ حالانکہ خالق کائنات تو بڑی ذات ہے، ایک مخلوق کو دوسری مخلوق پر قیاس کرنا غلط ہے۔ ہاتھی جو مخلوق ہے بیس من بوجھ اٹھا سکتا ہے۔ لیکن ایک چیونٹی نہیں اٹھا سکتی۔ اب اگر چیونٹیوں کی کانفرنس یا پارلیمنٹ یہ فیصلہ کر دے کہ چونکہ ہم بیس من بوجھ نہیں اٹھا سکتے تو ہاتھی بھی نہیں اٹھا سکتا تو یہ فیصلہ قطعاً غلط ہوگا۔

اسی طرح اگر انسان جو خالق کی نسبت اس سے بھی بہت کم ہے، جس قدر چیونٹی ہاتھی سے کم ہے یہ فیصلہ کر دے کہ چونکہ ہم انسان نیست سے کوئی چیز ہست نہیں کر سکتے تو خدا بھی نہیں کر سکتا، تو یہ فیصلہ غلط ہی ہوگا۔ چیونٹی تو پھر بھی ہاتھی کے ساتھ بہت امور میں شریک ہے، دونوں جسم ہیں، دونوں حیوان ہیں، لیکن انسان کو تو خدا سے کوئی مناسبت نہیں۔ لہذا یہ قیاس غلط ہے۔ اور اس قیاس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی ذریعہ علم نہیں اور نہ ہی ایسی لیبارٹری ہے کہ جس میں ہم خدا کی قوت کا تجزیہ وتحلیل کر سکیں۔ اس کے علاوہ ہر حقیقت واقعیہ کے لئے مثال موجود کا مطالبہ ہی سرے سے درست نہیں۔ جارج پنجم کی تاجپوشی کا جشن دہلی میں ہوا، لیکن شاہان انگلستان میں سے اور کسی بادشاہ کا جشن تاجپوشی دہلی میں منعقد نہیں ہوا۔ اب اگر کوئی یہ کہہ دے کہ میں جارج پنجم کے جشن تاجپوشی کا دہلی میں ہونا تسلیم نہیں کرتا۔ جب تک مجھے کوئی اور مثال ایسی نہیں پیش کی جاتی کہ انگلستان کے کسی اور بادشاہ کی تاجپوشی بھی دہلی میں ہوئی ہے، تو کیا اس مطالبہ مثال سے اصل واقعہ مشکوک ہو سکتا ہے، قطعاً نہیں۔ یہی حال مادے کا ہے۔ مادہ آغاز آفرینش میں عدم سے وجود میں آیا۔ ازاں بعد پوری کائنات مسلسل مادہ کی ترتیب سے پیدا ہوتی چلی گئی۔ لہذا نیست سے ہست کا وجود صرف ایک واقعہ ہے۔ اور وہ بھی اجسام عالم کی تخلیق سے قبل جبکہ نہ انسان

تھا، نہ دیگر کائنات مادہ بن چکنے کے بعد جس قدر تخلیقی واقعات ہیں، وہ سب ہست سے ہست ہونے کے واقعات ہیں۔ اس لئے جس زمانے میں انسان ہے جب وہ ہست سے ہست بننے کے واقعات کو دیکھتا ہے، اُن سے وہ یہ نتیجہ کیونکر نکال سکتا ہے کہ عالم اجسام کی تخلیق سے قبل آغازِ تخلیق مادہ کے وقت بھی نیست سے ہست ہونے کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ اب اگر پھر بھی مادیئین میں سے کوئی اصرار کرے کہ نیست سے ہست ہونے کے واقعہ کا ضرور ہمیں مشاہدہ کرا دیا جائے تو جواب یہ ہے کہ تم ہم کو اس زمانہ میں لے جاؤ جس زمانہ میں تخلیق اجسام عالم سے قبل جوہر مادہ کی تخلیق ہو رہی تھی تو ہم مشاہدہ کرانے کے لئے بھی تیار ہیں۔ یہ مطالبہ مشاہدہ ایسا ہے کہ کوئی شخص یہ مطالبہ کرے کہ ہمیں دارا اور سکندر کی جنگ کا مشاہدہ بیسویں صدی میں کرا لو ورنہ ہم نہیں مانتے تو اس کے جواب میں یہ کہنا پڑے گا۔ کہ ہمیں اس زمان و مکان میں پہنچا دو جہاں اور جس وقت یہ جنگ ہوئی تھی۔ تو مشاہدہ کرا دیا جائے گا۔ تاہم اسکندر فردوس یونانی نے نیست سے ہست ہونے کی صحت پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ علامہ ابن مسکویہ نے اپنی کتاب الفوز الاکبر میں اسکی رائے واضح الفاظ میں نقل کی ہے۔ کہ موم کی شکل اگر گول ہو اور پھر ہم اس میں تصرف کر کے مربع شکل میں تبدیل کریں تو پہلی صورت و شکل کردی معدوم ہو کر دوسری صورت مربع وجود میں آتی۔ اب ظاہر ہے کہ یہ مربع صورت عدم سے وجود میں آئی، پہلی صورت میں نہیں بنی۔ بلکہ وہ گم ہوگئی تو جب صورت عدم سے وجود میں آسکتی ہے۔ تو مادہ بھی عدم سے وجود میں آسکتا ہے۔ کیونکہ جوہری مادہ بسیط اجزاء ہیں جو ہر حالت میں کوئی نہ کوئی صورت رکھتے ہیں۔ کوئی مادہ صورت سے جدا نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی صورت مادہ کے بغیر موجود ہو سکتی ہے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مادہ اور صورت دونوں آغازِ تخلیق میں عدم سے وجود میں آئے۔ میرے نزدیک مادیئین کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے مخلوق بالذات اور مخلوق بالواسطہ میں فرق نہیں کیا۔ تمام مادی اجسام مخلوق بالواسطہ ہیں کہ وہ مادہ کے واسطے سے خالقِ کائنات سے خلق ہوتے ہیں، لیکن خود مادہ کسی دوسرے مادے سے مخلوق نہیں ہوا۔ بلکہ خالقِ کائنات نے براہ راست اسکو خلق کیا کیونکہ اگر ہر مادے کے لئے مادہ ضروری ہو تو تسلسل محال لازم آئے گا، جو فلسفہ کے لحاظ سے درست نہیں۔ اسکی مثال یہ ہے کہ انسان مثلاً زید بالواسطہ کلام کرتا ہے، یعنی زبان کے ذریعے تکلم اور نطق کرتا ہے، لیکن خود زبان بالذات ناطق اور متکلم ہے۔ زبان کے بولنے میں وہ کسی دوسری زبان کی محتاج نہیں، بلکہ بالذات ناطق ہے اسی طرح اجسام مادیہ مخلوق ہونے میں مادہ کے محتاج ہیں لیکن مادہ مخلوق ہونے میں کسی دوسرے مادہ

کا محتاج نہیں ـــــ

مذہب | مذہب ان امور سے متعلق ہے، جو سائنس اور فلسفے کے دائرے سے خارج ہیں۔ سائنس کا دائرہ مادیات ہیں اور فلسفے کی بنیاد ظنیات اور تخمینات ہیں۔ عام خیال یہ ہے کہ یونانی اور یورپی فلسفہ چونکہ غیر یقینی تھا اس لئے وہ مذہب کا استیصال نہ کر سکا۔ لیکن سائنس چونکہ مشاہدہ اور تجربہ پر مبنی ہے۔ اس لئے مذہب اس کے مقابلہ میں نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ خیال بالکل غلط ہے۔ مذہب اور سائنس میں مقابلہ اس وقت ہوتا جب دونوں کا دائرہ عمل ایک ہوتا۔ لیکن مادیات اور ماورالمادیات دو مختلف دائرے ہیں جن میں مقابلے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سائنس جن چیزوں کا اثبات یا ابطال کرتا ہے۔ مذہب کو ان سے بالکل سروکار نہیں، عناصر کس قدر ہیں، پانی کن چیزوں سے مرکب ہے، ہوا کا کیا وزن ہے، روشنی کی رفتار کیا ہے۔ زمین کے کس قدر طبقات ہیں۔ مذہب کو ان سے کچھ تعلق نہیں، مذہب جن چیزوں سے بحث کرتا ہے، مثلاً یہ کہ خدا ہے، اور مرنے کے بعد اور ہر قسم کی زندگی ہے۔ اور نیکی اور بدی ہے۔ اور ان کے نتائج ثواب و عقاب ہیں۔ ان میں کونسی چیز ہے جسے سائنس ہاتھ لگا سکتی ہے۔ سائنس دان اس کے متعلق زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم کو ان کا علم نہیں یا یہ کہ یہ چیزیں تجربہ اور مشاہدہ سے باہر ہیں۔ اور ہمیں صرف اُن چیزوں کا علم ہو سکتا ہے جو تجربہ میں آ سکتی ہیں۔ لیکن حقیقت ناشناسوں نے عدم علم سے علم عدم سمجھ لیا۔ حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مذہب کے دائرے میں تمام وہ امور داخل ہیں جو تہذیب النفس اور تزکیۂ قلب اور اصلاح فرد اور اصلاح معاشرہ سے متعلق ہوں۔ یا اجتماعی اور سیاسی زندگی کی اصلاح سے وابستہ ہوں۔ اس بناء پر مذہب کے لئے ضروری ہوا کہ وہ مادیات کے متعلق بھی احکام خیر و شر صادر کرے کہ فلاں فلاں حیوانات کا کھانا جائز ہے، اور فلاں فلاں کا ناجائز ہے۔ دودھ کا پیا جانا جائز ہے اور شراب کا ناجائز ہے۔ تجارت کی فلاں صورتیں جائز ہیں اور فلاں ناجائز ہیں۔ شرکتی کاروبار جائز ہے اور سود ناجائز معاشی نظام کے تحت فلاں صورتیں جائز ہیں اور فلاں صورتیں ناجائز ہیں۔ جنگ ازالۂ ظلم اور اقامت عدل کے لئے جائز اور جہاد ہے۔ اور اس کے خلاف ناجائز فرد اور جماعت کی فلاں قسم کی آزادی جائز اور فلاں ناجائز ہے۔ ایسے تمام احکام اور حدود جو مذہب حقیقی نے مقرر کئے ہیں ان سے مقصود اصلاح معاشرہ، تہذیب نفس اور عادلانہ نظام کا قیام ہے، یہ معاملہ کہ انسان کے کن افعال سے روح انسانی کو پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔ اور کن سے روح میں فساد کے جراثیم پیدا ہوتے ہیں، اور کن افعال میں روح کیلئے

زہریلے اثرات موجود ہیں۔ اور کن میں تریاقی اثرات۔ یہ سب امور سائنس کی دسترس سے باہر ہیں۔ الکلام شبلی میں یورپ کے سائنسدانوں کے اقراری حوالہ جات درج ہیں کہ روح اور منشاء حیات انسانی کی حقیقت کی دریافت سے یورپ کے سائنس دان عاجز ہیں۔ لہٰذہ قدرتی طور پر روح اور روح سے سرزد افعال کی خاصیات کی دریافت، خالق روح اور خالق انسان کے دائرۂ علم میں داخل چیزیں ہیں۔ جس کا حقیقی فیصلہ مذہب یا الہام ہی کرسکتا ہے۔ نہ مادی علوم جن کی بڑی دلیل یہ ہے کہ مادی علوم کے علمبرداروں نے جب بھی اپنی حدود سے تجاوز کرکے غیبی اور الہامی علوم میں مخالفانہ مداخلت کی۔ تو انسانی معاشرہ انکی اس مداخلت بے جا سے درہم برہم ہوا۔ اور بالآخر حقیقی مذہب کے قوانین کیطرف ان کو مجبوراً جھکنا پڑا۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ یورپ نے مادی علوم کی مدہوشی میں مادی علوم کے دائرے سے باہر قدم رکھ کر اسلام پر جو اعتراضات کئے اور جن مسائل کو نشانۂ طعن بنایا۔ آج تمدنی ضروریات کی وجہ سے خود انہوں نے اپنی یہ غلطی عملاً محسوس نہیں کی کہ ان کی تمام علمی کاوشیں نبی امی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیش کردہ خدائی قوانین کے آگے بے وقعت ثابت ہوئیں۔ یورپ نے عدلِ انفرادی اور اجتماعی کی غرض سے اسلام کے مقدس قانونِ جہاد پر اعتراض کیا۔ لیکن گذشتہ دو جنگوں میں اپنی بات کے پچ کے لئے خون کی ندیاں بہانے اور کروڑوں مکانات کو خاکستر بنا دینے کو عملاً صحیح قرار دیا۔ یعنی یہ ثابت کردیا کہ ظلم کرنے کے لئے جنگ جائز اور دفعِ ظلم کے جہاد ناجائز ہے۔ بوقت شدید ضرورت اسلامی قانون طلاق کا یورپ نے تمسخر اڑایا۔ لیکن فطرت کی گہری ضرورتوں نے ان کو اس قانون کے تسلیم کرانے پر اس قدر آمادہ کیا۔ کہ ضرورت اور بے ضرورت سب صورتوں میں طلاق کا سلسلہ یورپ اور امریکہ میں اس قدر بڑھ گیا ہے کہ یورپ میں فی آٹھ نکاح ایک طلاق اور امریکہ میں فی چار نکاح ایک طلاق تک نوبت پہنچی۔ اسلام کے قانونِ تحریم شراب اور تحریم سود کو یورپ نے مانع ترقی سمجھا۔ لیکن شراب کی ڈاکٹری تحقیقات کے بعد جب شراب کے مہلک اثرات ظاہر ہوئے تو امریکہ نے کروڑوں ڈالر خرچ کرکے ۱۹۲۷ء میں بندش شراب کا اعلان کردیا۔ لیکن جرم و گناہ پھیلانا آسان کام ہے۔ روکنا مشکل ہے۔ اس لئے امریکہ کے تمام انتظامات بندشِ شراب بے اثر ثابت ہوئے، اور شراب نوشی کی چلائی ہوئی گاڑی رُک نہ سکی اور امریکہ اس میں ناکامیاب ہوا۔ سود نے جب سرمایہ دارانہ نظام کو جنم دیا، اور عوام کی اخلاقی اور معاشی حالت تباہ ہوئی تو محققین یورپ نے اسکی قباحت کا احساس کیا۔ لیکن جو قبیح چیز ایک بار معاشرے کا جزبن جائے اس کا ہٹانا حکومت کی جن کی بات نہیں۔ پیغمبر اور نبی کی

تعلیم سے ایسا ممکن ہے۔ لیکن حکومت کے قانون سے یہ ممکن نہیں کہ جو برائی معاشرے کی جڑ میں داخل ہو جائے اسکو اکھیڑ کر دور پھینکا جائے۔ اسلامی قانون میں عورتوں پر اصلاحِ معاشرہ کے لئے بعض فطری پابندیاں لگائی گئیں ہیں۔ یورپ نے اس کو دورِ وحشت اور بربریت کی یادگار سمجھا۔ لیکن جب یورپ کی بے لگام آزادی اور صنفی آوارگی نے وہ شکلیں پیدا کیں۔ کہ جن کے اثر سے عائلی زندگی تباہ ہوئی اور بہت شوہروں نے عورتوں کی بے لگامی سے تنگ آکر خودکشی اختیار کی۔ تو لاڈسی کو اپنی کتاب "ڈمین" میں یہ لکھنا پڑا کہ عورتوں کی آزادی سے پیداشدہ مشکلات کا واحد حل یہ ہے۔ کہ عورت کو دانایانِ مشرق (مسلم قوانین) کی نگرانی میں کنٹرول کیا جائے۔

سائنس اور مذہب کی دشمنی کا آغاز کب ہوا | یورپ نے عرب اور اندلس کے مسلم سائنس دانوں سے علم حاصل کیا۔ ورنہ اگر مسلمانوں کے ذریعہ یورپ کو سائنس کی روشنی نہ پہنچتی، تو اب تک یورپ کی حالت وہی ہوتی جو افریقہ کی وحشی اقوام کی ہے۔

صنعت

کاغذ | یورپ پر عربوں کا بڑا احسان کاغذ کا رواج ہے۔ کاغذ کے اصل موجد چینی تھے، لیکن باقاعدہ کاغذسازی کا پہلا کارخانہ مسلمانوں نے ہارون الرشید کے زمانہ میں ۷۹۴ء میں بغداد میں قائم کیا اس کے بعد مسلمانوں نے دیگر بڑے بڑے شہروں میں بھی کاغذسازی کے کارخانے قائم کئے۔ مثلاً دمشق۔ مصر۔ نیشاپور۔ شیراز۔ خراسان، مراکش، غرناطہ، قرطبہ، سسلی وغیرہ۔ لیبان تمدنِ عرب صفحہ ۴۳۸ میں لکھتے ہیں۔ کہ کاغذ پر پہلی لکھی ہوئی تحریر جو ۱۰۹۰ء میں لکھی گئی تھی اور جو دیل کے کتب خانے میں محفوظ ہے، یہ کاغذ عربوں سے خریدا گیا تھا۔

قطب نما | قطب نما بھی عربوں کی ایجاد ہے، یہ آلہ قرونِ اولیٰ کے تمام تجارتی اور جنگی جہازوں میں لگا ہوا تھا۔ اسی کا کرشمہ تھا کہ ہمارے جہاز جدہ سے چین تک جاتے تھے۔ جب یہ چیزیں ہم نے یورپ کو دیں۔ تو اس کو لیکر کولمبس بحراطلس کی لہروں کو چیرتا ہوا امریکہ جا پہنچا، اور واسکوڈے گاما نے ہندوستان دریافت کیا۔

بارود | مسلمان صدیوں سے بارود استعمال کرتے تھے۔ سسلی اور سپین کے کارخانوں میں دیگر اسلحہ جنگ کے علاوہ ایک مسالہ بوتلوں میں بھرا جاتا تھا۔ جنہیں مشینوں کے ذریعے دشمنوں پر پھینکا جاتا تھا۔

توپ | توپ کو پہلے افریقہ کے سردار یعقوب نے ۱۲۰۵ء میں استعمال کیا۔ یورپ کے مورخ بارود کے موجد راجر بیکن کو قرار دیتے ہیں جو کہ غلط ہے۔ بیکن نے بارود سازی ایک عربی کتاب المیزان المحرقہ جلانے والی گیس سے سیکھی تھی۔ ملاحظہ ہو تمدن عرب ص ۴۳۱ مصنفہ لیبان۔

کلاک اور گھڑیاں | ہارون الرشید نے شارلیمان کو ۸۰۷ء میں جو تحائف دیئے اس میں ایک گھڑی بھی تھی۔ سلطان کامل نے فریڈرک کو جو تحائف ۱۱۹۹ء میں دیئے اس میں ایک گھڑی تھی جس میں شمس و قمر حرکت کرتے تھے۔ اور طلوع اور غروب کا منظر دکھائی دیتا تھا۔ اور ہر گھنٹہ پر ٹن ٹن کی آواز آتی تھی۔

ہوائی جہاز | ول ڈیوران ایج آف فیتھ ص ۲۹۰ میں لکھتا ہے کہ سپین کے مسلم سائنس دان نے تین چیزیں ایجاد کر کے دنیا کو حیرت میں ڈال دیا۔ اول عینک کا شیشہ۔ دوم وقت ناپنے والی گھڑی جو کھیلوں اور دوڑنے میں استعمال ہوتی تھی، سوم ایک مشین جو ہوا میں اڑ سکتی تھی۔

چیچک کا ٹیکہ | یہ بھی مسلمانوں کی ایجاد ہے۔ ۱۷۲۱ء میں لیڈی ورٹلی مانٹیگ نے قسطنطنیہ جا کر چیچک کا ٹیکہ سیکھا۔ ملاحظہ ہو میراث عرب ص ۳۴ مصنفہ ڈریپر۔ بعض کاریگر ایسی قیمتی چیزیں بناتے تھے، جو امراء بھی خرید نہیں سکتے تھے۔ ہارون الرشید کا وزیر اعظم یحیٰ بن خالد برمکی بازار سے گذرا۔ اسکی نظر ایک مرصع صندوقچے پر پڑی۔ اس نے پسند کیا۔ اور خریدنے کا ارادہ کیا۔ لیکن قیمت پر اتفاق نہ ہو سکا۔ یحیٰ ستر لاکھ درہم دیتا تھا۔ اور دکاندار زیادہ مانگتا تھا۔ ایج آف فیتھ ص ۲۰۷

مہ نخشب | نخشب ترکستان میں ایک گاؤں کا نام تھا، جہاں حکم بن ہاشم نے دعوئے نبوت کیا۔ اس نے ایک چاند بنایا تھا جو غروب آفتاب کے بعد فوراً ایک کنوئیں سے نکلتا تھا۔ اور تقریباً سو مربع میل علاقہ کو رات بھر منور کرتا تھا اور طلوع آفتاب سے پہلے ڈوب جاتا تھا۔ اس ایجاد کا کمال یہ تھا۔ کہ کوئی موسم بھی ہو، جونہی سورج کا آخری حصہ پنہاں ہوتا وہ چاند نکل آتا۔ آدھی رات کو عین سر پر آجاتا۔ اور رفتہ رفتہ اس رفتار سے واپس جاتا کہ اس کا آخری کنارہ کنوئیں میں غائب ہو کر سورج نکل آتا۔ سورج سے کبھی اس کا سامنا نہیں ہوا۔ غالب نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

چھوڑا مہ نخشب کی طرح دست قضا نے   خورشید ابھی اس کے برابر نہ ہوا تھا

مطلب یہ ہے کہ دست قضا یعنی خدا نے سورج کو حکم دیا کہ مہ نخشب کی طرح نکلو اور ڈوبو، اور صورت یہ تھی کہ ابھی وہ حسن و جمال میں میرے محبوب کے برابر نہ ہوا تھا۔ مہ نخشب کا موجد مدعی نبوت بغداد میں ملازم تھا۔ اس نے بغداد میں سائنس پڑھی تھی مسلمانوں کی سائنس کی مہارت کا یہ کمال اس

وقت تھا، جبکہ یورپ والے کھالیں پہنتے تھے اور جنگلی وحشیوں کیطرح زندگی بسر کرتے تھے۔ مسلمانوں نے سائنس میں اتنی ترقی کی تھی۔ کہ انہوں نے ابن الہیشم پیدا کیا جو دو سو کتابوں کے مصنف ہیں اور جس نے بطلیمس اور اقلیدس کے اس نظریۂ رویت کی تردید کی کہ رویت اس شعاع سے ہوتی ہے جو آنکھ سے نکلکر مرئی تک جاتی ہے۔ اس نے کہا کہ مرئی کا عکس آنکھ تک آتا ہے۔

ول ڈیوران ایج آف فیتھ کے صفحہ ۲۸۹ پر لکھتے ہیں۔ راجر بیکن موجد دوربین جو طبیعات میں بلند مقام رکھتا ہے، لیکن اگر ابن الہیشم نہ ہوتا۔ تو راجر بیکن کا نام ونشان تک نہ ہوتا۔ ابن الہیشم حسن بن حسن بن الہیشم بصرہ کا رہنے والا ہے۔

علم الکیمیا جابر بن حیان علم کیمیا کا بابا آدم سمجھا جاتا ہے۔ علم کیمیا پر اس نے سو کتابیں لکھی ہیں۔ اسکی کتاب الکیمیا کا لاطینی اور فرانسیسی میں ترجمے ہو چکے ہیں۔ مسٹر ابودس نے جابر کی نو کتابوں کا فرانسیسی میں ترجمہ کیا۔

میڈیکل سائنس اس فن کے مجدد محمد بن زکریا رازی ہیں۔ جو دو سو کتابوں کے مصنف ہیں۔ ایک کتاب چیچک اور خسرے پر لکھی ہے۔ جو لاطینی اور دیگر یورپی زبانوں میں ترجمہ ہوئی۔ ایک کتاب زمین کی ساخت پر لکھی۔ اور ایک کتاب اس پر لکھی کہ زمین فضا میں کیوں معلق ہے۔ اسکی کتاب الحادی بیس جلدوں میں ہے۔ جسکا انگریزی ترجمہ ۱۸۶۶ء تک چالیس مرتبہ چھپا۔ یعقوب کندی ۸۵۰ء نے سائنس کے مختلف شعبوں پر ۲۲۵ کتابیں لکھی ہیں۔ اسی طرح ابو نصر محمد بن فارابی ۹۵۱ء نے فلسفہ اور سائنس کے مختلف شعبوں پر کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں سے کشف الظنون میں ایک سو چودہ تصانیف کے نام درج ہیں۔ ابن سینا ۹۸۰ء سے ۱۰۳۷ء ایک سو پندرہ کتابوں کے مصنف ہیں۔ طب میں قانون چودہ جلدوں میں لکھی۔ پندرھویں صدی کے اخیر میں تیس مرتبہ شائع ہوئی۔ یہ کتاب صدیوں تک یورپ کے نصاب میں داخل رہی۔ ڈاکٹر ولیم آسلر القانون کو طب کی بائبل کہا کرتا تھا۔ ابن طفیل، ابوبکر بن عبدالمالک بن محمد بن طفیل ۱۱۸۵ء غرناطہ کے طبیب اور فلسفی جو بعد میں وزارت کو پہنچے۔ انکی تمام تصانیف پادریوں نے جلا دی تھیں۔ صرف اس کا ایک فلسفیانہ ناول حی بن یقظان باقی رہ گیا۔ اس کتاب کو ایڈورڈ پوکاک نے لاطینی میں منتقل کیا۔ اس کا ڈچ ترجمہ ۱۶۷۲ء میں روسی ترجمہ ۱۹۲۰ء میں اور ہسپانی ترجمہ ۱۹۳۴ء میں ہوا۔

الغرض اگر مسلمان سائنس دانوں کی تاریخ لکھی جائے، تو صرف ان کے ناموں کے لئے کئی جلدیں درکار ہیں۔ مسلمان سائنس دان صرف یونانی سائنس دانوں کو زندہ کرنے والے نہیں تھے، بلکہ

جدید سائنسی تحقیقات کے موجد تھے۔ رابرٹ بریفالٹ تشکیل انسانیت میں لکھتا ہے۔ سائنس سے مراد تحقیق کی نئی روح، تفتیش کے نئے طریقے اور پیمائش اور مشاہدے کے نئے اسلوب ہیں، جن سے یونانی بے خبر تھے۔ اس روح اور ان اسالیب کا یورپ میں رائج کرنے کا سہرا عربوں کے سر ہے۔ ملحض تشکیل انسانیت صـ۲۴۷ اور صـ۲۴۶ میں لکھتے ہیں کہ اگر عرب نہ ہوتے تو عصر رواں کی مغربی تہذیب جنم نہ لیتی۔ یورپی نشوونما کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں اسلامی تہذیب کا یقینی سراغ نہ مل سکے۔ یہ صحیح ہے کہ عربوں نے کوئی کاپرنیکی یا نیوٹن پیدا نہیں کیا۔ لیکن عربوں کے بغیر کاپرنیکی یا نیوٹن کا پیدا ہونا بھی ناممکن تھا۔ تشکیل انسانیت صـ۲۴۶ ۔

ڈاکٹر ڈریپر لکھتے قرونِ وسطیٰ میں سائنس کی ترقی مسلمانوں کی بدولت تھی۔ اس وقت عیسائی دنیا پر جہل و اوہام کی تاریکی محیط تھی، اور انہیں علمی مشاغل کی ہوا تک نہیں لگی تھی۔ ملاحظہ ہو کتاب معرکہ مذہب وسائنس صـ۲۷۱ بریفالٹ کہتے ہیں۔ بازنطینیوں نے ہزار سال گزار دئے اور تہذیب اور ارتقا میں کوئی حصہ نہیں لیا۔ جس روشنی سے چراغ تہذیب پھر روشن ہوا وہ رومی و یونانی ثقافت کے ان شراروں سے نہیں نکلی تھی جو یورپ کے کھنڈروں میں سلگ رہے تھے۔ بلکہ اسے عرب اپنے ساتھ لائے تھے۔ صـ۳۵۱

آرنلڈ لکھتے ہیں۔ عربی کتابوں کے سینکڑوں تراجم یورپ کی برباد زمین پر بارش بن کر برسے اور مختلف شعبہائے علم نے انگڑائی لی۔ میراث اسلام صـ۳۵۱ ۔ لیبان کا قول ہے یورپ نے عربوں سے تہذیب حاصل کی۔ یورپ میں عربوں کے علوم سپین سسلی اور اٹلی کی راہ سے پہنچے اگر عربوں کا نام یورپ کی تاریخ سے نکال دیا جائے۔ تو یورپ کی حیاۃ ثانیہ کئی سو سال پیچھے جا پڑتی ہے۔ تمدنِ عرب صـ۵۱۳

فریڈرک دوم نے مسلمانوں کے علوم سارے یورپ میں پھیلائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو ملک اس کے زیرنگین نہ تھے۔ اس میں بھی علمی تحریک پیدا ہوگئی۔ اور وہ یورپ جس پر اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ ابن رشد کے فلسفہ ابن البیکار کے علم نباتات ابوالقاسم کے علم جراحی ابن العوام کے علم زراعت ابن الخطیب کے علم تاریخ سے آشنا ہوگیا۔ یہ حقیقت ہے کہ عصر رواں کی تمام ایجادات و برکات عربوں کے طفیل ہیں۔ ملحض الیس پی سکاٹ از اخبار الاندلس ترجمہ ہسٹری آف دی مورش امپائر جلد ۲ صـ۵۵، صـ۱۰۵ ۔ یہ حقیقت ہے کہ علم الفلک و ریاضیات کے بانی یحییٰ بن ابی منصور رصدکا محمد بن ابراہیم فزاری محمد بن جابر بتانی جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اگر بطلیموس زندہ ہوتا۔ تو ان کی تحقیقات کی

داد دیتا۔ علی بن یحییٰ اسی طرح لابی محمد بن موسیٰ خوارزمی جو یورپ کے ماہرین ریاضیات کے بالواسطہ استاد ہیں۔ علم جغرافیہ کے بانی ابن خردادبہ ۔ صاحب کتاب المسالک والممالک ہیں۔ جو پنجاب یونیورسٹی میں محفوظ ہے اور ایک نسخہ مکتبہ ظاہریہ دمشق میں ہے۔ دوم جغرافیہ دان ابن واضح یعقوبی جسکی کتاب البلدان سے بڑھ کر کوئی جغرافی کتاب نہیں۔ یہ کتاب لندن میں چھپی ہے اور ایک نسخہ قلمی مکتبہ ظاہریہ دمشق میں موجود ہے۔ اسی طرح اصطخری مقدمہ عقوبس ابن حوقل ابن جبیر یاقوت حموی کی کتابیں جو عہد عباسی میں لکھی گئیں۔ یورپ کے لیے مشعل راہ ہیں۔ تہذیب و تمدن اسلامی حصہ دوم اختر ندوی صـ۹۵ بحوالہ نکلسن لٹریری ہسٹری صـ۱۹۱ وڈوزی جلد دوم صـ۱۵۴ میں لکھا ہے کہ آج تک کوئی ملک ایسا نہیں جس کے باشندے سو فیصد لکھنا پڑھنا جانتے ہیں۔ لیکن آج سے ہزار سال قبل اسلامی اندلس کے کل باشندے لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ اس وقت یورپ میں ایک فیصدی آبادی بھی لکھی پڑھی نہیں تھی۔ یہاں تک کہ پادری دستخط کرنا نہیں جانتے تھے، وہ دستخط کی بجائے عشاء ربانی کی شراب میں انگلی ڈال کر کاغذ پر دھبے ڈالتے تھے۔ یہ اسکاٹ کا بیان ہے کہ عام کتابیں کیا انجیل تک نایاب تھی۔ بادشاہ فرانس نے اپنا اسلحہ اور سامان گروی رکھ کر ایک گرجا سے انجیل تک رسائی حاصل کی۔

ملکہ ازابیلہ کے قابل فخر کتب خانہ میں ۲۰۱ کتابیں تھیں لیکن اس ملکہ سے ساڑھے چار سو سال پہلے الحکم کے کتب خانہ میں چار لاکھ کتابیں تھیں جن میں سے اکثر وہ پڑھ چکا تھا۔ عبد الرحمٰن الداخل نے دوسری صدی میں قرطبہ کا سنگ بنیاد رکھا اور ہشام اور حکم نے اس کو عروج بخشا۔ ان میں وہ علوم پڑھائے جاتے تھے کہ تیرہ سو سال میں ان پر اضافہ نہ ہو سکا۔ دینی علوم کے علاوہ طب، جراحت، سائنس، ادویہ سازی۔ نجوم ہیئت۔ جغرافیہ۔ حساب ہندسہ کا درس اس یونیورسٹی میں ہوتا تھا قرطبہ میں تعلیم پانے والوں کی تعداد گیارہ ہزار تھی اور آٹھ مدارس ان سے ملحق تھے۔ ابتدائی تعلیم کا انتظام ہر گاؤں کی مسجد سے متصل مدرسہ میں ہوتا تھا۔ قرطبہ کے ابو القاسم بحریطی تمام یورپ کے بالواسطہ استاد تھے۔ ایسی یونیورسٹیاں طلیطلہ، غرناطہ، اشبیلیہ میں بھی تھیں۔ اسلامی ممالک میں جس وقت سائنس کے چراغ روشن تھے۔ شاندار عمارتیں اور صاف پختہ سڑکیں موجود تھیں، یورپ کا یہ حال تھا کہ ڈریپر معرکۂ مذہب و سائنس صـ۲۶۱ میں لکھتا ہے کہ ۱۸۰۲ء میں یورپ کا بیشتر حصہ لق و دق بیابان یا بے راہ جنگل تھے۔ جا بجا دلدل اور غلیظ جوہڑ تھے۔ لندن اور پیرس جیسے شہروں میں لکڑی کے ایسے مکانات تھے جن کی چھتیں گھاس کی تھیں۔ امراء بھینس کے سینگ میں شراب ڈال کر پیتے تھے۔

گلیوں میں فضلے کے ڈھیر لگے رہتے تھے، سڑکوں پر بے اندازہ کیچڑ پڑا رہتا تھا۔ سالہا سال تک کپڑے نہ دھوتے تھے، نہانا اتنا بڑا گناہ تھا کہ پاپائے روم نے سسلی اور جرمنی کے بادشاہ فریڈرک ثانی پر کفر کا فتویٰ لگایا۔ تو فہرست الزامات میں یہ بھی درج تھا۔ کہ وہ ہر روز مسلمانوں کی طرح غسل کرتا ہے ڈاکٹر ڈریپر معرکۂ سائنس صـ۲۲۵ میں لکھتا ہے کہ ۱۵۰۰ء میں جب وہ روم گیا تو وہاں جابجا غلاظت کے ڈھیر اور گندے پانی کے جوہڑ تھے۔ سترھویں صدی میں برلن کی یہ حالت تھی کہ بازاروں میں کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پڑے رہتے تھے۔ مگر یورپ کی اس حالت سے آٹھ سو سال پہلے مسلمانوں کے ایسے مکانات اسپین، مصر، شام، بغداد میں موجود تھے۔ جن کی نظیر آج بھی دنیا میں نہیں مل سکتی اور تعلیم اور صفائی کا اتنا چرچا تھا جو بے مثل تھا۔ اب معاملہ بالکل بالعکس ہوا۔

نشانِ راہ دکھاتے تھے جو ستاروں کو ترس گئے ہیں وہ ایک جلوۂ شرر کیلئے

تاریخ کا قطعی فیصلہ ہے کہ اگر مسلمان سپین اور سسلی نہ جاتے، تو یورپ بربریت، ہلاکت جہالت غنڈہ گردی اور بداخلاقی سے کبھی نہ نکل سکتا، مسلمانوں نے یورپ کو ایک تابدار تمدن، عظیم الشان تہذیب، بیشمار درس گاہیں اور ہر قسم کے علوم دئے، انہیں کپڑے پہننا، نہانا، کھانا انسانوں کی طرح رہنا سہنا سکھایا، لیکن جب سپین کی اسلامی حکومت کا ۱۴۹۲ء میں خاتمہ ہوا تو عیسائی بادشاہ نے مسلمانوں کے ان احسانات کا جو بدلہ دیا وہ یہ ہے۔ کہ ان کے سرکردہ افراد کو مذہبی عدالت سے ۲۸۵۴۰ کو موت کی سزا دی گئی۔ ۱۲۰۰۰ ہزار کو زندہ جلا دیا گیا، ان کی سینکڑوں لائبریریاں جن میں لاکھوں کتابیں تھیں، سپردِ آگ کر دی گئیں ۱۵۵۶ء میں فلپ دوم نے سارے حمام بند کر دئے ۱۶۱۰ء میں تمام مسلمانوں کو ترکِ ملک کا حکم مل گیا۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ہے۔ کہ سپین کے ڈیڑھ لاکھ عربوں کا ایک قافلہ بندرگاہ کیطرف جا رہا تھا۔ کہ بلیڈا نامی ایک پادری نے غنڈوں کو ساتھ ملا کر اس قافلہ پر حملہ کیا اور ایک لاکھ آدمی مار ڈالے۔ پھر گھروں، بازاروں، گلیوں میں مسلمانوں پر قاتلانہ حملے ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۶۳۰ء میں ایک بھی مسلمان سپین میں باقی نہ رہا۔

عیسائیت کی علم دشمنی ۱۔ چوتھی صلیبی جنگ میں صلیبی لشکر قسطنطنیہ پہنچا۔ تو اس نے وہاں کی تمام عیسائی آبادی کو لوٹا، اور ساری کتابیں جلادیں۔ ملاحظہ ہو تمدن عرب مصنفہ۔ لیبان صـ۳۴۳

۲۔ طرابلس میں اس دور کی عظیم ترین لائبریری تھی جس میں کتابوں کی تعداد تیس لاکھ تھی۔ جب صلیبی لشکر طرابلس پہنچا تو اس نے کتب خانہ کو آگ لگادی۔ اور کل کتابیں جلادیں۔ اور مسلمانوں کی چھ سو سال کی محنت کو تباہ کر دیا۔ ملاحظہ ہو معرکۂ مذہب و سائنس صـ۱۵

۳- جاہل اور وحشی عیسائی بادشاہوں نے اس زمانہ میں جبکہ اہلِ علم کا شدید قحط تھا، مسلمانوں کی ساٹھ لاکھ سے زیادہ کتابیں جلادی گئیں۔ معرکۂ مذہب و سائنس ص۲۹۹ یورپ کے مختلف حصوں میں جو کچھ ہوا۔ باقی کسر تاتاریوں نے پوری کی۔ تیرھویں صدی میں انہوں نے بغداد، کوفہ، بصرہ، حلب، دمشق، نیشاپور، خراسان، خوارزم، شیراز کی سینکڑوں لائبریریاں تباہ کر ڈالیں جن کی کتابوں کی مجموعی تعداد تین کروڑ سے زیادہ تھی۔ یورپ پر اسلام کا احسان ص۹۔

۴- ۴۷۶ء زوالِ رومہ کے بعد پاپائیت برسر اقتدار آئی۔ اور لوتھر کے خروج ۱۵۲۶ء تک وہ سیاہ وسفید کی مالک رہی۔ پوپ مذہبی ادب کے بغیر تمام انواع علوم کا دشمن تھا۔

۵- یونان کی ایک لڑکی ہیشیا جو اسکندریہ ۴۱۴ء میں تعلیم پاکر فلسفی اور سائنسدان بن گئی۔ اسکندریہ کے بشپ سائرل کے کارندوں نے سائرل کی تکفیر کی وجہ سے اس لڑکی کو ننگا کرکے اسکی کھال کھرچی اور اسکی لاش کے ٹکڑے کئے۔ معرکہ مذہب و سائنس ص۴۶ و تمدن عرب ص۹۴۔

۶- فلارنس اٹلی کا مشہور ہیئت دان تھا، جو دوربین کے موجد ہیں۔ گلیلیو کے متعلق پوپ نے جب سنا کہ اس نے کاپرنیکی ۱۵۴۳ء کے نظامِ شمسی کی تائید کی ہے۔ تو اس کو مذہبی عدالت کے آگے پیش کیا۔ وہاں اس نے ڈر سے توبہ کرلی لیکن ۱۶۳۲ء میں جب اس نے اپنی کتاب نظامِ عالم تصنیف کی تو پوپ نے اس کو جیل میں پھینک دیا۔ وہ دس سال انتہائی تکلیف اٹھانے کے بعد ۱۶۴۲ء میں فوت ہوا۔ ملاحظہ ہو معرکہ مذہب و سائنس ص۲۳۷۔

۷- اٹلی کا مشہور فلسفی برونو کو جو فلسفہ ابن رشد کا پیرو تھا، عیسائی مذہبی عدالت نے اسکو ۱۶۰۰ء میں زندہ جلا دیا۔ معرکۂ مذہب و سائنس ص۲۴۸۔

۸- ڈریپر نے دو اور علماء دبتی اور ہیردش کا ذکر کیا ہے، کہ کلیسا نے ان کو زندہ جلادیا۔

۹- دان ڈی ڈانیس سائنسدان کو کلیسا نے جیل میں ڈال دیا وہیں فوت ہوا۔ بعد از مرگ اسکی لاش کو اسکی تصانیف کے انبار پر رکھ کر جلادیا۔ معرکہ مذہب و سائنس ص۲۴۳۔

یورپ کا تعصب اور علمی خیانت اس میں شک نہیں کہ یورپ نے ہزار سال ہم سے درس لیا۔ اور اتنے سال اُن کے ہاں ابن رشد ابن سینا۔ محمد بن زکریا رازی کی کتابیں داخلِ نصاب رہیں۔ لیکن فطری تعصب کی وجہ سے وہ ہمیشہ مسلمانوں کے اس احسان کو چھپاتے رہے بلکہ علمی خیانت کا ارتکاب کرتے رہے۔ ہماری ایجادات کو اُن یورپی سائنسدانوں کیطرف منسوب کیا، جنہوں نے سب سے پہلے ہماری ایجادات کا تذکرہ کیا۔ تشکیلِ انسانیت مصنفہ بریفالٹ ص۵۲۔

خیانت کا یہ عالم ہے کہ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں لفظ جیبر (جابر) کے تحت ایک ایسے مترجم کا نام دیا ہوا ہے جس نے مسلمان بانی علم الکیمیا جابر بن حیان کی کتاب الکیمیا کا لاطینی میں ترجمہ کیا اور اس کو اپنی تصنیف بنا لیا۔ یہی حرکت قسطنطین افریقی مسیحی نے ۱۰۶۰ء میں کی کہ ابن الجزار کی کتاب زاد المسافرین کا لاطینی ترجمہ کر کے اس کو اپنی تصنیف ظاہر کیا۔ میراث اسلام آرنلڈ طب و سائنس۔ موسیو لیبان نے اس حقیقت کا اعتراف کیا۔ کہتا ہے: ہمیں اسلام اور پیروانِ اسلام سے تعصب وراثت میں ملا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں یہ بات راسخ کر دی گئی ہے کہ ہمارے تمام علوم و فنون کا ماخذ یونان ہے۔ اور یورپ کی تہذیب میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں۔ ہم میں سے بعض کو یہ بات کہتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کہ ہماری ترقی اور تہذیب کا باعث ایک کافر قوم تھی۔ تمدنِ عرب ص۵۲۲

رابرٹ بریفالٹ لکھتا ہے۔ یورپی مورخ مسلمان کو کافر کتا سمجھتا ہے۔ اور اس کا احسان ماننے کو تیار نہیں۔ یورپ کی احیائے نو کی تاریخیں برابر لکھی جا رہی ہیں۔ لیکن ان میں اُن عربوں کا ذکر موجود نہیں۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ کہ ڈنمارک کی تاریخ میں ہیملٹ کا ذکر نہ آئے۔ ڈاکٹر روزبرن نے تو کمال ہی کر دیا۔ کہ قرونِ وسطیٰ کی ذہنی ارتقاء پر دو جلدیں لکھیں اور اسلامی تہذیب کیطرف اشارہ تک نہیں کیا۔ تشکیلِ انسانیت ص۲۷۵۔ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یورپ کی تہذیب کو صرف اسلامی تہذیب ہی شکست دے سکتی ہے۔ جو مادی اخلاقی علمی اور جوشِ عشق انفرادی و اجتماعی کی توانائیوں کے اسلحہ سے آراستہ ہے، اس کے خلاف ہندو و بدھ تہذیب اوہام و خرافات کا مجموعہ ہے۔ اس لئے یورپ نے سب تہذیبوں کے برخلاف صرف اسلامی تہذیب کو نشانہ تعصب بنایا۔ مسیحی اور یہودی دنیا اربوں روپیہ سالانہ خرچ کر کے مسلمانوں کی مرکزیت اور وحدت کو پارہ پارہ کرنے میں صرف کر رہی ہے۔ تاکہ یورپ کی یہ حریف قوت ہمیشہ زبوں حالی، خانہ جنگی، افتراق و تشتت میں مبتلا رہے۔ اور مدت مدید سے اسی آزمودہ نسخہ کو یورپ ہماری تباہی کیلئے استعمال کر رہا ہے۔ اور ہمیں ہوش نہیں۔ ترک اور عرب کا افتراق اور پھر عربوں کا باہمی افتراق۔ پاکستان مشرقی اور مغربی کا افتراق اور پاکستان میں پٹھان۔ پنجابی سندھی اور بلوچی کا افتراق۔ یہ سب یورپ کی استعماری سازش کے کارنامے ہیں۔ ہم سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ لیکن یہ حقیقت ہے کہ یورپی تہذیب دم توڑ رہی ہے وہ ایک بے جان لاش ہو کر رہ گئی ہے۔ اس کو زندگی کے جو چند لمحات حیات نصیب ہوتے ہیں۔ وہ صرف دولت اور اسلحے کے سہارے سے ملے ہیں۔ اسلحہ اور دولت کا یہ انجکشن اس مریض نیم جان کی حقیقی صحت لوٹانے کیلئے کافی نہیں۔ بلکہ اس انجکشن کی مثال ڈاکٹر کے اس انجکشن کی طرح

ہے۔ جو مریض میں اتنی قوت پیدا کر دے کہ ہسپتال سے گھر تک سلامت پہنچ سکے۔ یورپ کو یہ یقین ہے کہ مسلمانوں کی قوت کے دو سرچشمے ہیں، ایک دینِ فطرت دوم وحدت و مرکزیت۔ دونوں کے خلاف وہ برسرِ پیکار ہے۔ دینِ فطرت یعنی اسلام استعمار زر اندوزی، مکر و فریب، لوٹ گھسوٹ، شہوانی اور غضباتی زندگیوں کی سیاہ کاریوں اور انسان کشی کو برداشت نہیں کرتا، وہ انسانی جذبات و عواطف کو خالقِ کائنات کی ذات اور آخرت سے جوڑتا ہے۔ اور تمام فکری اور عملی انتشار کو اسلامی فکر و عمل کی وحدت کے ذریعے ختم کرتا ہے۔ اس لئے یورپ جسطرح مسلمانوں کی وحدت تباہ کرنے پر بیشمار دولت صرف کرتا ہے، اسی طرح فتنۂ استشراق اور فتنۂ استغراب کے ذریعہ اسلامی تعلیمات میں خود مسلمانوں کے ہاتھوں تحریف کی کوشش کرتا ہے، تاکہ تحریف شدہ اسلام مسیحی دنیا کی طرح بے جان لاش بن کر رہ جائے۔

مذہب اور حکومت | مسیحی مذہب کی شروع سے یہ آواز مسیحی دنیا کے کان میں گونجتی تھی، جو خدا کا ہے وہ خدا کو دو، اور جو قیصر کا ہے، وہ قیصر کو دو ۔

کلیسا کی بنیاد رہبانیت تھی	سماتی کہاں اس فقیری میں امیری

دوم یہ کہ اسلام میں پہلی صدی میں تمام علوم اور بالخصوص سائنسی تحقیقات کا آغاز ہوا اور تاریخِ اسلام میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں مل سکتا۔ کہ ان تحقیقات پر مسلمانوں نے کبھی اعتراض کیا ہو، یا کسی سائنسی نظریہ یا ایجاد پر کسی کو سزا ملی ہو، یا کوئی سائنسی کتاب جلادی گئی ہو لیکن اسلام کے برخلاف مسیحیت نے علمی اور سائنسی تحقیق کو موجبِ قتل جرم قرار دیا۔ اور لاکھوں سائنسی کتابیں جلادی گئیں۔ اور ہزاروں سائنسدانوں کو سائنسی تحقیق کے جرم میں قتل کیا گیا۔ اور زندہ جلادیا گیا۔ اب جدید علوم یورپ کے سامنے مسیحی دین تھا۔ جو سائنس اور علوم کا دشمن تھا، لہٰذہ اس کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ کہ دین کو حکومت سے خارج کر دے۔ اور اس کی قوت کو کمزور کر دے۔ صرف اس کا نام باقی رہے جو استعماری مقاصد کے لئے مشنریوں کے ذریعہ اس سے کام لیا جا سکے۔ لیکن اسلام جو دینِ فطرت اور سائنس سے ہم آہنگ ہے اور اسلام ہی دنیا میں سائنسی علوم کا سب سے بڑا داعی ہے۔ اور دنیا میں سائنس پھیلانے کا بڑا محرک ہے۔ اور دینِ فطرت اور دینِ کامل ہونے کی وجہ سے زندگی کے ہر شعبے معاشرتی اخلاقی، سیاسی اجتماعی معاشی کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اور انسانی فلاحِ عمومی کا واحد ذریعہ ہے۔ لہٰذہ یہ حماقت ہے کہ مسیحیت کا قانون اسلام پر حاوی کیا جائے اور اسلام کو بھی اپنی بلندی سے اتار کر مسیحی سطح پر لاکر انسانیت کو اسکو روشنی سے محروم کیا جائے۔ ایسا کرنا اسلام پر نہیں بلکہ انسانیت پر ظلمِ عظیم ہوگا۔ جسکی تصدیق گذشتہ تاریخی واقعات کے علاوہ ہم قرآن کی اندرونی شہادت سے بھی پیش کرتے ہیں۔ (باقی آئندہ)

دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

پاکستان بھر میں اسلامی علوم و فنون کا مثالی ادارہ ہے، جہاں شعبہ عربی میں ملک و بیرون ملک کے چار سو طلبہ اور شعبہ تعلیم القرآن (مڈل سکول) میں چھ سو طلبہ (مجموعی ایک ہزار طلبہ) کو علوم دینیہ سے آراستہ کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دار الافتاء، شعبہ تجوید و قرأت، اردو خط و کتابت، تبلیغ و تصنیف وغیرہ کے مستقل شعبے مصروف کار ہیں۔ دینی اقدار کی اشاعت و تحفظ کی غرض سے "الحق" کے نام سے ایک ماہوار رسالہ بھی شائع ہوتا ہے، طلبہ دار العلوم کے مصارف، قیام و طعام، روشنی، صابن، کتب، ادویہ وغیرہ کا دار العلوم کفیل ہے۔ دار العلوم کے تنظیمی اور تعلیمی اخراجات تقریباً دو لاکھ روپے سالانہ ہیں، جو صرف عامۃ المسلمین، اہل خیر حضرات کے تعاون سے پورے ہوتے ہیں۔ دار العلوم کے انتظامات کی نگرانی ایک بااختیار مجلس شوریٰ کے سپرد ہے۔ اس قلیل عرصہ میں ایک ہزار سے زائد علماء فارغ ہو کر ملک و بیرون ملک میں مختلف دینی، علمی، ملی مشاغل میں مصروف ہیں۔ دار العلوم کی سند پاکستانی افواج میں تسلیم شدہ ہے۔ نیز جامع ازہر مصر وغیرہ میں اسے مماثل بی۔ اے قرار دیا گیا ہے۔ اس وقت کئی اہم تعلیمی، تبلیغی اور تعمیری منصوبے وسائل نہ ہونے کی وجہ سے تشنۂ تکمیل اور مسلمانوں کے بھرپور تعاون کے محتاج ہیں۔ التماس ہے کہ رجب، شعبان، رمضان کے موقع پر دین کے اضمحلال کے اس دور میں اس ادارہ کو زیادہ سے زیادہ امداد سے نواز کر اس دینی مرکز کے ترقی و استحکام کا باعث بنیں۔ خود بھی اور اپنے حلقہ اثر و رسوخ سے بھی کوشش فرما کر اس مہمانخانہ علوم نبوتؐ کو زیادہ سے زیادہ خدمتِ دین کا موقع فراہم کریں۔

نوٹ :۔ مرکزی حکومت پاکستان کی وزارت مالیات سے رجسٹریشن نمبر (۹۰۔ سی۔ اے (۴۷) آئی، ٹی پی۔ ۵۵) کے ذریعہ دار العلوم کے ملنے والے تمام عطیات کو انکم ٹیکس سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ جس مد میں رقم بھیجی جائے اسکی صراحت کر دی جائے۔ متعلقین دار العلوم آپ کے اس مخلصانہ عطیہ کے تہ دل سے شکر گزار ہوں گے۔ واجرکم علی اللہ تعالیٰ۔

ترسیل زر کا پتہ :۔ مہتمم دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔ مغربی پاکستان

منجانب :۔ اراکین دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور